سورۃ الطور

۵۲ ویں سورۃ الطّور اس میں ۴۸ یا ۴۹ آیتیں ہیں اور مکی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(۱) **وَالطُّوْرِ** (ترجمہ:۔طور کی قسم) جوہری نے کہا یہ وہی پہاڑ ہے جس پر اللہ نے موسیٰؑ سے کلام کیا تھا۔مجاہد اور السدی نے کہا سُریانی زبان میں **الطور** پہاڑ کو کہتے ہیں اور اس سے مراد طور سینا ہے۔کہا جاتا ہے کہ طور سینا شام میں ایک پہاڑ ہے اور وہ سُریانی میں طوری ہے اور اس کی جانب نسبت طوری۔الطّور عربی میں **الجبل** (پہاڑ) ہے۔الفرّاء نے کہا کہ وہ پہاڑ مدین میں ہے جس پر موسیٰؑ سے اللہ تعالیٰ نے گفتگو کی تھی (یعنی اللہ نے طور کی قسم کھائی)

(۲) **وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ** (ترجمہ:۔اور قسم ہے لکھی ہوئی کتاب کی)۔اس سے مراد القرآن ہے۔کہا جاتا ہے یہ لوح محفوظ ہے اسے التوراۃ۔الانجیل اور الزبور بھی کہا جاتا ہے۔فراء نے کہا یہ وہ ہے جس میں بندوں کے اعمال لکھے جاتے ہیں۔ابوحیّان نے کہا یہ سب احتمالات ہیں۔اس کے تعین کی کوئی دلیل نہیں۔

(۳) **فِىْ رَقٍّ** (ترجمہ:۔جھلّی (کاغذ) میں) مبرد نے کہا الرّقُ وہ کھال ہے جسے پتلا کیا گیا ہوتا کہ اس میں لکھا جاسکے۔یعنی پتلی کھال۔الراغب نے کہا الرّق ہر وہ چیز جس میں لکھا جائے چاہے وہ کھال ہو یا کچھ اور۔فراء نے کہا فی رقٍ کا مطلب تمام صحیفے ہیں جو نبی آدم کی طرف یوم قیامت تک بھیجے گئے۔الازھری نے کہا فراء نے جو کہا اس سے دلالت ہوتی ہے کہ مکتوب کو رق کہا گیا ہے۔میرے نزدیک اس مقام پر الرّقُ سے مراد الصحیفہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے **کتابٍ مسطورٍ فِىْ رَقٍّ** یعنی صحیفہ میں تحریر کی ہوئی کتاب (کی قسم) **مَنْشُوْرٍ** (ترجمہ:۔) یعنی مبسوط (کشادہ) منتشر (بکھری ہوئی)۔

(۴) **وَّالْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ** (ترجمہ:۔بھراپُرا گھر) حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا **البیت المعمور**۔ساتویں آسمان پر ہے جہاں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں اور پھر قیامت کے آنے تک وہ یہاں نہیں لوٹیں گے (یعنی ہر روز نئے ہوں گے) اس بات کو ابن جریر نے بیان کیا۔اور حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے انہوں نے اسے رسول اللہ ﷺ سے منسوب کیا ہے کہ **البیت المعمور** کعبہ کے عین اوپر ہے اگر وہاں سے کوئی چیز گرتی ہے تو اسی پر گرے گی۔اس میں ہر روز ستر ہزار نماز پڑھتے ہیں جو پھر لوٹتے نہیں ہیں۔

(۵) **وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ** (ترجمہ:۔بلند چھت کی قسم) یعنی آسمان۔کہا جاتا ہے کہ وہ عرش کریم ہے اس لئے کہ وہ جنت کی چھت ہے۔

(۶) **وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ** (ترجمہ:۔لبالب بھرے سمندر کی قسم) **السجر** تنور گرم کرنے کو کہتے ہیں یعنی آگ سے

روشن کیا ہوا اور یہ سیدنا علیؓ کا قول ہے۔کلام عرب میں المسجور بمعنی مملوء یعنی بھرا ہوا مستعمل ہے۔جیسا کہ لبید نے

فتو سطا عرض السرمی و صد مسجورة متجاوراً اقلامها

ابن جریر الطبری نے بھی یہی کہا اور کہا جاتا ہے کہ یہ بھرا سمندر ہے جس کی قسم ہمارے پروردگار نے کھائی ہے آسمان میں عرش کے تحت ایک سمندر ہے اور اسی طرح سیدنا علی کرم اللہ وجہ سے مروی ہے۔

(۷) **اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ** (ترجمہ:۔بلاشبہ تیرے پروردگار کا عذاب واقع ہو کر رہے گا) یعنی کافروں کے لئے لامحالہ ہونے والا ہے۔یہ جواب قسم ہے اور معنی یہ ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان چیزوں کی قسم کھائی ہے کہ اس کا عذاب کافروں پر یقیناً واقع ہونے والا ہے۔

(۸) **مَّالَهٗ مِنْ دَافِعٍ** (ترجمہ:۔اس سے بچانے والا کوئی نہیں ہے) دوزخیوں کا کوئی حمایتی نہ ہوگا اور اس میں کافروں کے لئے شدید دھمکی ہے۔

(۹) **يَّوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا** (ترجمہ:۔وہ دن جب آسمان بری طرح کانپے گا) الاخفش اور ابو عبیدہ نے کہا (مار الشئی یمور) یعنی جب کوئی چیز حرکت کرے،گردش کرے۔آئے اور جائے۔الصحاح میں جوہری نے لکھا مَارَیَمُوْرُ یعنی مَاجَ یَمُوْجُ یعنی آسمان اس دن زبردست تموج (اضطراب وہلچل) کا شکار ہو جائے گا۔اور اسی سے الاعشی کا قول ہے۔

کان مشیتها من بیت جارتها مورالسحابة لاویث ولا عجل.

پڑوسن کے گھر سے نکلتے ہوئے اس کی چال گویا بادل ہے جس میں نہ سستی ہے اور نہ ہی عجلت اور اسی سے المور ہے جو راستے کو کہتے ہیں کیونکہ اس پر آنا جانا ہوتا ہے۔

(۱۰) **وَّتَسِيْرُ الْجِبَالُ سَيْرًا** (ترجمہ:۔پہاڑ اپنی جگہ سے زبردست حرکت کے ساتھ ہل جائیں گے) یعنی اپنی جگہوں سے اتر جائیں گے۔اور تسیر۔بادل کی سیر (چال) کی طرح ہے وہ ہو جائیں گے (دھنی) دھنکی ہوئی اون کی طرح۔جس کے ذرات ہوا میں پراگندہ ہوں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تکون الجبال کالعھن المنفوش (القارعہ آیت ۵) پہاڑ دھنکی (دھنی) ہوئی اون کی طرح ہو جائیں گے۔

(۱۱) **فَوَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ** (ترجمہ:۔اس دن جھٹلانے والوں پر کلمۂ عذاب ہوگا) ویل کلمہ عذاب (ہلاکت) ہے۔الاعشی نے کہا۔

قالت هريرة لما جئت زائرها ويلي عليك ويلي منك يارجل

ویلی نے کہا جب میں اس کے پاس آیا۔اے شخص تجھ پر میری طرف سے ہلاکت ہو اور تیری طرف سے تو نحوست ہی ملتی ہے) روایت ہے کہ یہ جہنم کی ایک وادی کا نام ہے۔

(۱۲) **الَّذِيۡنَ هُمۡ فِىۡ خَوۡضٍ** (ترجمہ:۔ جو غور وفکر میں ہیں) یعنی باطل میں متردد ہیں ۔**يَّلۡعَبُوۡنَ** (ترجمہ:۔کھیل ہے) یعنی وہ رسول اللہ ﷺ کی نبوت اور اللہ کی جانب سے نازل کردہ قرآن کے بارے میں ان کا غور وفکر محض تکذیب (جھٹلانا) اور استھزاء (مذاق اڑانا) ہےاور وہ یقین کرتے ہیں کہ یہ سب محض وہم ہے۔

(۱۳) **يَوۡمَ يُدَعُّوۡنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا** (ترجمہ:۔اس دن جب انہیں دوزخ کی آگ سے بے رحمی سے دھکیلا جائے گا)۔ابن دُرید نے کہادعہ کے معنی دفعہ (یعنی اس نے اس کو ڈھکیل دیا) ہے۔ابو عبیدہ نے کہا۔اس دن انہیں نار جہنم کی طرف ڈھکیلا جائے گا بڑی سختی اور بری طرح ڈانٹ ڈپٹ کے ساتھ۔مجاہد نے کہا گدی پکڑ کر ڈھکیلا جائے گا۔ابن عباسؓ نے کہا۔یدعون یعنی یدفعون یعنی اس کی گردنیں جکڑ کر ڈھکیلی جائیں گی یہاں تک کہ وہ آگ میں لوٹ جائیں گے۔جب وہ اس سے تنگ آجائیں گے تو اُن سے دوزخ کے داروغہ کہیں گے۔

(۱۴) **هٰذِهِ النَّارُ الَّتِىۡ كُنۡتُمۡ بِهَا تُكَذِّبُوۡنَ** (ترجمہ:۔یہ وہ آگ ہے جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے) دُنیا میں۔ اس لئے کہ وہ نبوت وثواب وعذاب کا انکار کیا کرتے تھے۔

(۱۵) **اَفَسِحۡرٌ هٰذَآ** (ترجمہ:۔کیا یہ سحر ہے؟) جو تم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو۔یہاں استفہام توبیخ (ملامت وڈانٹ ڈپٹ) کے لئے ہے۔**اَمۡ اَنۡتُمۡ لَا تُبۡصِرُوۡنَ** (ترجمہ:۔یا ابھی تک تم نہیں دیکھ پا رہے ہو؟) یعنی اندھے لوگ ہو یہ آگ تم نہیں دیکھ سکتے ہو حالانکہ تم اُسے دُنیا میں جھٹلا چکے ہو۔تم نے اللہ پر بہتان باندھا تھا اور ساتھ ہی جنت کو بھی جھٹلایا تھا اور جب تم نے وعد اور وعید (بشارت وعذاب کی خبر) سنی تھی تو تم نے کہا تھا یہ تو پچھلے لوگوں کے قصّے کہانیاں ہیں۔

(۱۶) **اِصۡلَوۡهَا** (ترجمہ:۔اس میں جلو بھنو) یعنی اس میں داخل ہو جاؤ۔ **فَاصۡبِرُوۡۤا** (ترجمہ:۔تو چاہے صبر کرو) آتشی عذاب پر۔**اَوۡ لَا تَصۡبِرُوۡا** (ترجمہ:۔یا صبر نہ کرو) کیونکہ اللہ تم سے بے نیاز ہے۔ **سَوَآءٌ عَلَيۡكُمۡ** (ترجمہ:۔برابر ہے تم پر) یعنی تمہارے عذاب میں ذرا سی کمی بھی نہ ہوگی۔ابوحیان اور ابوالبقاء نے کہا یعنی تمہارا صبر یا بے صبری، عدم نفع (فائدہ نہ پہونچانے میں) میں تم پر برابر ہے۔**اِنَّمَا تُجۡزَوۡنَ مَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ** (ترجمہ:۔جو تم کرتے رہے ہو اس کا بدلہ تمہیں دیا جائے گا) یعنی یہ جزاء ہے جو تم نے کیا۔اس کا واقع ہونا واجب (لازم) ہے۔لہذا صبر اور بے صبری تم کو قطعی طور پر کوئی فائدہ نہیں پہونچائے گی۔

(۱۷) **اِنَّ الۡمُتَّقِيۡنَ فِىۡ جَنّٰتٍ وَّنَعِيۡمٍ** (ترجمہ: بلاشبہ متقی لوگ آرام وآسائش والے باغات میں ہوں گے) یہ کافروں کے احوال کے بعد مومنوں کے احوال کا آغاز ہے اور یہ جملہ مستانفہ ہے۔

(۱۸) **فٰكِهِيۡنَ بِمَاۤ اٰتٰهُمۡ رَبُّهُمۡ** (ترجمہ:۔وہ خوش مزاجی اور عیش کوشی کے عالم میں ہوں گے اپنے پروردگار کی عطا کی وجہ سے) یعنی یہ سب اللہ کے فضل وکرم سے ہوگا۔ان کے اعمال ومساعی کی وجہ سے نہ ہوگا۔الفا کھہ پاکیزہ نفس اور عیش کوش۔ابوزید نے کہا رجل فکه و فاکھه و فیکھان یعنی پاکیزہ اور مزاح النفس اذا فیکھان ذوملاء و لمة قلیل الاذی فیما یری الناس

مسلم ۔ پس معنی ہوں گے ان کے پروردگار نے جو عطا کیا اپنے فضل سے اس پر خوش وشاد ماں، پاکیزہ نفوس اور الفراء نے کہا اس کے معنی ہیں خوش مست لوگ۔ الزجاج نے کہا فکھین و فاکھین دونوں ہے اور النصب ہے ان پر اور معنی اپنے رب کی بخشش وعطا پر نہال وخوشی مست ہوں گے اور یہی ابو منصور نے کہا۔ **وَوَقٰهُمۡ رَبُّهُمۡ عَذَابَ الۡجَحِیۡمِ** (ترجمہ:۔ان کے پروردگار نے انہیں بھڑکتی آگ کے عذاب سے بچالیا) یہ عطف ہے آتاھم پر یعنی بے شک متقی لوگ اس پر خوشی سے نہال ومست ہوں گے جو انہیں ان کے پروردگار نے عطا کیا اور انہیں بھڑکتی آگ کے عذاب سے بچالیا۔

(۱۹) **کُلُوۡا وَاشۡرَبُوۡا** (ترجمہ:۔کھاؤ اور پیئو) یعنی ان سے فرشتے کہیں گے کہ کھاؤ پیئو۔ **هَنِیۡٓـئًا** (ترجمہ:۔مزے کے ساتھ) زجاج نے کہا تاکہ وہ جس نے تمہیں تبدیل کر کے یہاں پہونچا دیا تمہیں نصیب ہو گیا یعنی ہنسی خوشی کھاؤ۔ یہ بھی قول ہے کہ الھنی اُسے کہتے ہیں جو تمہیں بغیر تگ ودو کے حاصل ہو یعنی بغیر دقت اور مشقت خوشی خوشی کھاؤ۔ سیبویہ نے کہا لوگ ھنیاً مریاً کہتے ہیں اور یہ صفات ہیں اور مصدر کے قائم مقام ہیں۔ حالت نصب میں ہیں۔ ظاہری طور پر یہ غیر مستعمل ہیں اور فعل لائے بغیر انہیں نصب دیا گیا ہے۔ گویا کہ جو پہلے نعمتوں وغیرہ میں سے مذکور ہو چکا ہے وہ بلا تکلیف ومشقت ثابت ہو چکا یہاں صفت کو حذف کر دیا گیا ہے اور فعل کو ذکر کیا گیا۔ **بِمَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ** (ترجمہ:۔اس بناء پر جو تم کرتے رہے ہو) یعنی دنیا میں جو تم آخرہ کے ثواب کے حصول کیلئے کرتے رہتے ہو اس کے لئے یہ بطور جزاء ہے .

(۲۰) **مُتَّکِـِٕیۡنَ عَلٰی سُرُرٍ** (ترجمہ:۔وہ تختوں پر ٹیک لگائے ہوئے ہوں گے) پہلی رے پر پیش ہے نیز اس پر زبر بھی پڑھا جاتا ہے۔ یہ "سریر" کی جمع ہے۔ **مَّصۡفُوۡفَةٍ** (ترجمہ:۔صف بہ صف) ابن الاعرابی نے کہا ہے کہ مصفوف کے معنی "ایک دوسرے سے ملے ہوئے" ہیں یعنی اس طرح کے ایک صف بن جائے اور صف عربی میں ہر شئے کی مساوی لائن (لکیر) کو کہا جاتا ہے۔ **وَزَوَّجۡنٰهُمۡ** (ترجمہ:۔اور ہم انہیں "جوڑا جوڑا" بنائیں گے۔ یونس بن حبیب نے کہا کہ عرب زوجته امراة و تزوجت بامراةٍ کہتے ہیں زوجته بامراة نہیں کہتے جبکہ فراء کہتا ہے کہ ازدشنوءة کی لغت تزوجت بامراة ہے۔ صاحب لسان العرب کہتے ہیں زوجته امراة و تزوجت امراة اہل عرب اسی طرح کہتے ہیں اور تزوجت امراة اور زوجت منه امراة عرب کا کلام نہیں ہے۔ زوجناهم کے معنی ہیں قرناهم یعنی ہم نے انہیں ملا دیا۔ ثعلب نے کہا۔

ولا يلبث الفتيان ان يتفرقوا اذا لم يزوّج زوج شكل الى شكل

بِحُوۡرٍ عِیۡنٍ (ترجمہ:۔گہری، سیاہ آنکھوں والی حوروں کے ساتھ) کہا جاتا ہے کہ حور بہت زیادہ سفید جسم والے شخص کی سفید ترین آنکھوں کی گہری سیاہ پتلی کو کہتے ہیں۔ گندم گوں شخص کو حور نہیں کہتے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ گائے اور ہرن کی طرح پوری آنکھ کی سیاہی والے شخص کو حور کہا جاتا ہے۔ اور بنی آدم میں اس طرح کا پورا سیاہ چشم کوئی نہیں ہوتا۔ اور عورتوں کو حور العین اس لئے کہا گیا ہے کہ وہ ہرن اور گائے کے ساتھ (آنکھوں کی سیاہی میں) مشابہت رکھتی ہیں۔ حور کا واحد حوران ہے اور عین جمع ہے عیناء کی جس

کے معنی ہیں واسعة العین یعنی وسیع چشم ۔اصل میں یہ لفظ فُعُل" کے وزن پر تھا۔ ثور اعین اور بقرۃ عیناء کہا جاتا ہے کیونکہ دونوں کشادہ چشم ہوتے ہیں۔

(۲۱) وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (ترجمہ:۔اور وہ لوگ جو ایمان لائے) مفسرین کرام نے کہا کہ اس میں تین وجوہات ہوسکتی ہیں ایک تو یہ کہ فعل مضمر کی وجہ سے منصوب ہو یعنی اکر منا الذین آمنوا۔دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ مجرور ہو جس طرح زمخشری نے کہا ہے کہ والذین آمنوا' حور عین پر عطف ہے یعنی ہم انہیں کشادہ آنکھوں والیوں اور اہل ایمان کے ساتھ ملائیں گے یعنی مونس و ہمدم لوگوں کے ساتھ اکٹھا کریں گے تو وہ کبھی حور عین کے ساتھ کھیلے کودیں گے اور کبھی اہل ایمان بھائیوں کے ساتھ موانست کریں گے۔ابو حیان کہتا ہے کہ والذین آمنوا کو حور عین پر عطف اس شخص (زمخشری) کے علاوہ کسی نے نہیں کیا جب کہ یہ عجمی تخیل ہے اور ابن عباسؓ وغیرہ کے عربی فہم کے مخالف ہے۔میں کہتا ہوں کہ اس عطف کی رکاکت میں کوئی شک نہیں جیسا کہ اہل علم پر مخفی بھی نہیں میرے نزدیک متقین پر اس کا عطف جائز ہے یعنی ایمان والے باغات اور نعمتوں میں ہوں گے۔تیسرا قول یہ ہے کہ والذین آمنوا مرفوع ہے مبتداء ہونے کی وجہ سے اور اس کی خبر "الحقنابھم" ہے اور یہی صحیح ہے۔ وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ (ترجمہ:۔ان کی اولاد نے ایمان میں ان کی پیروی کی۔ہم ان کے ساتھ ان کی اولاد کو ملادیں گے) جمہور مفسرین اور ابن عباسؓ اور ابن جبیر وغیرہ کا کہنا ہے جن مومن لوگوں کی اولاد نے ایمان لانے میں آباء کی پیروی کی ہوگی وہ اپنے آباء کے مرتبہ میں شریک ہوں گے اگرچہ تقویٰ اور دیگر اعمال میں وہ ان کے مساوی نہیں ہوں گے اور یہ محض ان کے آباء کی عزت کی خاطر ہوگا۔سعید ابن جبیر حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ مومن کی اولاد کو بھی اسی کے درجے میں رکھے گا چاہے وہ اپنے عمل کی وجہ سے اس درجہ کا اہل نہ بھی ہو، تاکہ اس مومن کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہونچے۔اس کے بعد حضور پاک ﷺ نے مندرجہ بالا آیت تلاوت فرمائی۔ابن عباس اور ضحاک کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ چھوٹی اولاد کو مومن آباء کے حکم میں شامل کرے گا چاہے وہ ایمان کی عمر تک نہ بھی پہونچے ہوں۔حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مومن اور ان کی اولاد جنت میں ہوگی اور مشرکین اور ان کی اولاد آگ میں ہوگی پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ (ترجمہ: ہم ان کے عمل میں سے کچھ بھی کم نہیں کریں گے) اَلَتْنَا کو اَلِتْنَا بھی پڑھا گیا ہے۔فراء کہتا ہے کہ اَلْاَلْتُ کے معنی ہیں النقص (یعنی کمی) اس کے پڑھنے کا ایک اور طریقہ بھی ہے " وَمَا لِتْنَا هُمْ" لَاتَ يَلِيْتُ اور اَلَتَ يَالِتُ کہا جاتا ہے۔قرآن کریم میں اسی کو اپنایا گیا ہے۔فراء کہتا ہے کہ اولت یولت کا باب یوم الشوریٰ کے موقعہ پر عبدالرحمٰن ابن عوف کے فرمان کے علاوہ میں نے کہیں نہیں سنا۔جس میں آپ نے فرمایا تھا کہ ولا تغمدوا سیوفکم عن اعداء .فتولتوا اعمالکم (اپنی تلواروں کو اپنے دشمنوں سے مت روکو کہ اپنے اعمال کم کرلو) قطبی نے کہا کہ یعنی تم ان میں کمی کرو۔اس کا مقصد ہے کہ ان لوگوں کے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جہاد میں شرکت وغیرہ جیسے اعمال تھے پھر جب انہوں نے اس کو چھوڑ دیا اور اپنی تلواروں کو روک لیا اور باہم مختلف ہوگئے تو ان کے اعمال بھی کم ہوگئے۔

معنی یہ ہیں کہ اُن آباء کے ساتھ اُن کی اولاد کی ملانے کی وجہ سے ان کے اعمال کے ثواب کو ذرہ بھر بھی کم نہیں کیا۔ اور یہ بھی ایک قول ہے کہ یعنی ہم ان کی اولاد کے اعمال (صالحہ) میں سے کچھ کم نہ کریں گے چاہے وہ اپنی چھوٹی عمر کی وجہ اعمال صالحہ سے قاصر رہے ہوں۔ من عملھم میں "من" زائدہ ہے جو کلام میں تاکید کا فائدہ دے رہی ہے **كُلُّ امْرِىءٍ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ**. (ترجمہ ہر شخص اپنے کئے کا ذمہ دار ہوگا) رھین بمعنی مرھون ہے۔

(۲۲) **وَاَمْدَدْنٰهُمْ** (ترجمہ:۔ ہم انہیں پہونچاتے رہیں گے) یعنی اضافہ کریں گے ان کے لئے ان نعمتوں میں جوان کے احوال کے حسب حال ہوں گے۔ **بِفَاكِهَةٍ وَّلَحْمٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ** (ترجمہ:۔ جنت میں جو بھی پھل اور گوشت وہ چاہیں گے۔

(۲۳) **يَتَنَازَعُوْنَ فِيْهَا** (ترجمہ:۔ اس کے لئے چھلیں کرتے ہوئے ایک دوسرے سے حاصل کریں گے) یعنی وہ جنت میں انہیں پائیں گے۔ **كَاْسًا** (ترجمہ:۔ پیالے) الکاس شراب کا برتن۔ ابوحاتم کہتا ہے کہ الکاس بذاتِ خود شراب ہے اور یہی اصمعی کا قول ہے۔ **لَّا لَغْوٌ فِيْهَا وَلَا تَاْثِيْمٌ**. (ترجمہ:۔ نہ بے ہودگی اور نہ ہی گناہ) یعنی اس کے پینے میں لغویت نہیں ہوگی اور لغو۔ ہر اس کلام کو کہتے ہیں جس میں کوئی نفع نہ ہو اور تاثیم وہ کلام جس میں جھوٹ اور باطل ہو۔ زجاج نے کہا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ان کے درمیان کوئی لغو بات اور گناہ والا عمل نہیں ہوگا۔

(۲۴) **وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ** (ترجمہ:۔ اُن کے اردگرد پھرتے رہیں گے) یعنی ان جنتوں کے پاس۔ **غِلْمَانٌ لَّهُمْ** (ترجمہ:۔ اُن کے خاص غلام) یعنی ان کے پاس پیالے، پھل اور دیگر اشیائے خورد ونوش ان کے خاص غلام اللہ کی طرف سے ان کی خدمت میں لاتے رہیں گے اور وہ غلام جنتوں کے ہی کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ **كَاَنَّهُمْ** (ترجمہ:۔ گویا کہ وہ) حسن وصفائی رنگ میں۔ **لُؤْلُؤٌ مَّكْنُوْنٌ** (ترجمہ:۔ چھپائے ہوئے موتی ہوں گے) کسائی کہتا ہے۔ کننت الشئی کے معنی ہیں میں نے اُسے دھوپ سے چھپالیا اور بچالیا۔ یعنی وہ صدف میں رکھے ہوئے موتی کی طرح ہوں گے۔ ابن جبیر کہتے ہیں اس حالت میں وہ تر ہوتا ہے اور وہ بہت ہی حسین وشفاف ہوتا ہے۔ قتادہ سے کانھم لؤ لؤ مکنون کے متعلق روایت ہے کہ مجھ تک یہ بات پہونچی ہے کہ پوچھا گیا یارسول اللہ ﷺ یہ حالت وکیفیت اگر خدمت والے غلاموں کی ہوگی تو ان کے مخدوم کا کیا کہنا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ قسم اس کی جس کے قبضے میں میری جان ہے ان کا باہمی (خادم ومخدوم کے درمیان) تفاوت ایسا ہوگا جیسے چودھویں کی رات میں چاند کی چاندنی کا تمام ستاروں پر۔ اس حدیث کو عبدالرزاق اور ابن جبیر نے روایت کی۔

(۲۵) **وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ** (ترجمہ:۔ وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوکر پرسش احوال کریں گے) یعنی بعض بعض سے جنت میں ایک دوسرے کا حال پوچھیں گے

(۲۶) **قَالُوْٓا** (ترجمہ:۔ وہ کہیں گے) یعنی ان کو جواب دیں گے۔ **اِنَّا كُنَّا قَبْلُ** (ترجمہ:۔ یقیناً ہم پہلے) یعنی جنت میں داخل ہونے سے پہلے دنیا میں۔ **فِيْٓ اَهْلِنَا مُشْفِقِيْنَ** (ترجمہ:۔ اپنے گھر والوں میں خوف زدہ) یعنی نافرمانیوں کی وجہ سے اللہ

کے عذاب سے ڈرتے تھے یا حساب کے دن سے خائف تھے۔ابن درید کہتا ہے کہ شفقت اور اشفقت ہم معنی ہیں حالانکہ اہل لغت نے اس کا انکار کیا ہے۔لیث کرتا ہے کہ شفق کے معنی خوف ہیں۔اہل عرب کہتے ہیں اشفقت علیه ان یناله مکروه. ابن سیدہ کہتا ہے کہ اَشْفِقُ علیه کے معنی ہیں اس سے بچ اور اَشْفِقُ منه کے معنی ہیں اس سے ڈر۔

(۲۷) **فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا** (ترجمہ:۔تو اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان فرمایا) مغفرت، رحمت اور توفیق اطاعت کے ذریعہ۔ **وَوَقٰنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ** (ترجمہ:۔اور ہمیں جھلسانے والے عذاب سے بچالیا) یعنی دوزخ کے عذاب سے۔یہی زجاج کا قول ہے۔ابوعبیدہ نے کہا ہے کہ یہ آگ کا عذاب ہے اصل میں سموم گرم ہوا (لو) ہے اور اسی سے مسموم لفظ ہے جسے سموم یعنی لولگ گئی ہو نیز یومٌ مسمومٌ بھی کہا جاتا ہے۔وقانا کو جمہور نے قاف بغیر تشدید پڑھا ہے جبکہ ابوحیاۃ نے قاف کو مُشدد پڑھا ہے۔

(۲۸) **اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوْهُ** (ترجمہ:۔بے شک اس سے پہلے ہم اُسے پکارتے تھے) یعنی اللہ کو ایک مانتے تھے اور اُسی کی عبادت کرتے تھے۔ **اِنَّهٗ هُوَالْبَرُّ الرَّحِيْمُ** (ترجمہ:۔بے شک وہ بہت احسان کرنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے) یعنی ان کا محسن ہے۔(آیت نمبر ۲۷)

(۲۹) **فَذَكِّرْ** (ترجمہ:۔پس یاد دہانی کیجئے) یعنی وعظ و نصیحت کے لئے اُٹھ کھڑے ہوں **فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ** (ترجمہ:۔آپ نہیں ہیں اپنے رب کی نعمت کی وجہ سے) وہ نبوت اور حکومت ہے۔ **بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ** (ترجمہ:۔کاہن اور نہ مجنون) کاہن سے مراد ہے وہ جو متوہم ہو۔

(۳۰) **اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ** (ترجمہ:۔کیا وہ (آپ کو) شاعر کہتے ہیں؟) "ام" منقطعہ ہے۔الثعلبی نے کہا۔خلیل سے حکایت کی گئی ہے کہ سورہ الطّور میں ہر جگہ جہاں "ام" آیا ہے وہ استفہام کے لئے ہے اور عطف نہیں ہے اور یہ ان کی حالت کی خرابی کا اظہار ہے۔اور معنی ہیں کہ بے شک مشرکین کہتے ہیں کیا وہ کاہن یا مجنون ہے یا پھر شاعر ہے۔یہ بھی ممکن ہے ام منقطعہ سے ھمزہ کو محذوف کر دیا گیا ہو۔ **نَتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ** (ترجمہ:۔جس کے لئے ہم گردش تقدیر کا انتظار کرتے ہیں) یعنی گردش زمانہ اور وہ مذکر اور مونث دونوں ہے۔جس نے اُسے مونث سمجھا اُسے "منیته" پر محمول کیا اور جس نے اُسے مذکر سمجھا اُسے موت پر محمول کیا اور کبھی اُس سے مراد "دہر" ہوتا ہے۔فراء کا قول ہے "منون" مونث ہے اور یہ واحد بھی ہوتا ہے جمع بھی۔اخفش نے اسے جمع کہا اور یہ کہ اس کا واحد نہیں ہے۔دونوں یکساں ہیں۔اخفش نے یہ بھی کہا اس کے معنی ہیں نتربص الی ریب المنون اور حرف جر کو محذوف کر دیا گیا۔ابن عباسؓ نے فرمایا قریش دارالندوہ میں جمع ہوئے اور نبی ﷺ کے بارے میں مشاورت کی۔ان میں سے ایک نے کہا انہیں گرفتار کر لو قید خانے میں اور ان کی موت کا انتظار کرو حتی کہ وہ مر جائیں جیسے شعراء میں سے زہیر و نابغہ ان سے پہلے ہلاک ہوئے۔بے شک وہ بھی ان ہی جیسے ہیں۔پھر اللہ نے یہ آیت نازل کی۔

(۳۱) **قُلْ تَرَبَّصُوْا** (ترجمہ:۔کہہ دیجئے کہ تم لوگ انتظار کرو) یعنی زمانے کی گردشوں اور اموات کا انتظار کرو **فَاِنِّيْ**

مَعَكُمْ مِّنَ الْمُتَرَبِّصِيْنَ (ترجمہ:۔بے شک میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں) یعنی تمہاری موت اور ہلاکت کا منتظر ہوں۔

(۳۲) **اَمْ تَاْمُرُهُمْ اَحْلَامُهُمْ** (ترجمہ:۔کیا ان کی عقلیں انہیں حکم دیتی ہیں) اوران کی عقلیں **بِهٰذَآ** (ترجمہ:۔ایسا کرنے کا) یعنی ایسی باتیں کرنے کا کیونکہ کبھی وہ کہتے کہ محمد کاہن ہیں۔ پھر کہتے کہ مجنون ہیں حالانکہ دونوں باتوں میں تناقص وتضاد ہے کیونکہ جو کاہن ہوتا ہے وہ فلکیات اور نجوم کے احکام، عناصر کے طبائع اور موالید کے خواص کا عالم ہوتا ہے ورنہ کہانت پوری نہیں ہوتی لہذا وہ مجنون نہیں ہوسکتا جنون وکہانت متضاد ہیں لہذا ان کا ایک جگہ اجتماع نہیں ہوسکتا۔ اوراسی طرح ان کا قول کہ وہ شاعر ہیں۔ شاعر مکمل ذہانت کا مالک ہوتا ہے وہ اپنے مقام، تقاضۂ حال اوراپنی حیثیت کے حسب حال کے سواء کوئی بات نہیں کرتا جب اس کی گفتگو خوبصورت ہو۔ لوگوں کی طبیعتوں کواس نے موہ لیا ہواور عقول کو مسخر کرلیا ہوتو وہ مجنون کیسے ہوسکتا ہے۔ حیرت ہے ان پر کہ جولوگوں کو بصیرت کی طرف بلاتا ہو، اللہ کی وحدانیت، تقویٰ، شرک، گناہوں سے اجتناب کی ہدایت دیتا ہواوراعلی اخلاق سے آراستہ کرتا ہو، کس طرح مجنون ہوسکتا ہےاور کوئی دوراندیش وحلیم جب اس کی صفات حمیدہ پرغور کرے گا تواس کی عقل اس پر کہانت کا اطلاق نہیں کرے گی۔ کیونکہ کاہن کا یہ معمول نہیں ہوتا کہ لوگوں کواللہ کی وحدانیت اور مکارم اخلاق کی دعوت دے بلکہ اس کا وظیفہ تو لوگوں کو عجیب مصنوعی باتوں اورانوکھی حرکتوں سے دھوکا دینا ہوتا ہے۔ اوراس میں ایسی کوئی بات نہیں ہوتی کہ وہ اس کے ذریعہ لوگوں کوفضائل کی طرف رہنمائی کرے اورانہیں رذائل سے روکے۔ اور جب ایسا ہی ہے تو پھر کہانت اور نبوت میں بڑاواضح فرق اور بُعد ہے پھر بھی عقل نہیں آئی کہ قریش نبی اور غیر نبی کے اس بُعد کو بھی سمجھتے۔ وہ تو بس معاندین ہی ہیں اور کفراور شرک پرمصر ہیں۔ بغض وعناد کی زیادتی کی وجہ سے اللہ اوراس کے رسول کا انکار ہی کرتے ہیں اور جو کچھ ان کی عقلوں میں آتا ہے وہ اللہ اور رسول کی شان میں کہتے رہے۔ اللہ جس پر چاہے فضل کرتا ہے۔ جسے چاہے ہدایت دیتا ہے وہ اپنی مرضی پر قادر ہے۔ **اَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ** (ترجمہ:۔یا یہ لوگ شرارت پر ہیں) یعنی کفروعناد کی حد سے نکلنے والے ہیں۔

(۳۳) **اَمْ يَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ** (ترجمہ:۔یا یہ لوگ کہتے ہیں کہ اس شخص نے اسے (قرآن) خود بنالیا) کہا جاتا ہے **تقول قولا** یعنی اس نے جھوٹ گھڑلیا۔ **تقول فلان علی** یعنی اس نے مجھ پر باطل باندھا جو میں نے نہیں کہا تھا۔ اور مجھ پر جھوٹ نسبت کی اوراسی سے اللہ تعالیٰ کا قول ہے **ولو تقول علینا بعض الاقاویل (الحاقۃ ۴۴)** اورتقول میں ضمیر مفعول کی ہے جو القران کی طرف لوٹتی ہے اور معنی یہ ہوئے کہ اپنے جی سے رسول ﷺ نے قرآن کا افتراء کیا۔ **بَلْ لَّا يُؤْمِنُوْنَ** (ترجمہ:۔ بلکہ وہ یقین نہیں کرتے) اللہ پر ایمان نہیں لاتے۔ اور نہ ہی قرآن کو سچا گردانتے ہیں۔

(۳۴) **فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ** (ترجمہ:۔پھر چاہئے کہ لے آئیں کوئی بات) کوئی کہا ہوا قول۔ **مِّثْلِهٖ** (ترجمہ:۔اسی طرح کا) یعنی قرآن کی مثال جو اپنی نظم (ترتیب) میں نرالا اوراپنے نسق (تنظیم) میں انوکھا اپنے اسلوب میں اچھوتا ہو۔ اعجازِ قرآن کے منکرین اور اس سے عناد رکھنے والوں کے لئے اچھوتا معارضہ ہے۔ **اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ** (ترجمہ:۔اگر وہ سچے ہیں) اپنے زعم میں۔

(۳۵) **اَمۡ خُلِقُوۡا مِنۡ غَيۡرِ شَىۡءٍ** (ترجمہ:۔کیا وہ بن گئے ہیں آپ ہی آپ) زجاج نے کہا کہ مطلب یہ ہے کہ کیا وہ بغیر کسی مقصد کے یونہی پیدا کئے گئے ہیں اور ان کا کوئی محاسبہ نہیں ہوگا۔ابن کیسان نے کہا کیا وہ بے کار پیدا کئے گئے ہیں۔انہیں چھوڑ دیا گیا ہے فضول۔کیا انہیں کہنے والا اور روکنے والا کوئی نہیں ہوگا۔میں کہتا ہوں کہ اس کے معنی یہ ہیں گویا کہ انہیں اللہ نے پیدا نہیں کیا ہے اسی لئے وہ اس کی ذراسی بھی اطاعت نہیں کرتے۔ **اَمۡ هُمُ الۡخٰلِقُوۡنَ** (ترجمہ:۔یا وہ ہی بنانے والے ہیں) یعنی بلکہ وہ کہتے ہیں کہ وہ اپنے آپ کو پیدا کرنے والے ہیں جبکہ یہ قول باطل ہے

(۳۶) **اَمۡ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ** (ترجمہ:۔کیا انہوں نے آسمانوں اور زمینوں کو بنایا ہے) یہ بات اس لئے نہیں کہتے ہیں کہ واضح طور پر جھوٹی بات ہے اس لئے ان کے لئے حوادثات کو محدث کی طرح منسوب کرنا ضروری ہے اور محدث متصف ہونا ضروری ہے جن کی طرف حادث محتاج ہو اس کا جسم ہونا جائز نہیں ہے۔کیونکہ جسم اپنے وجود میں حادث ہوتا ہے اور اس لئے بھی کہ جسم مرکب ہوتا ہے اور مرکب اپنے ترکیب دینے یعنی کرنے والے (سرانجام دینے والے) کا محتاج ہوتا ہے۔اس لئے آسمانوں اور زمینوں کے خالق کا غیر جسم ہونا ضروری ہے اور جب انسان نفس اور جسم سے مرکب ہو تو اس کا دوسرے وجود کو جنم دینا ممکن نہیں ہوسکتا۔ اس لئے حکماء فلاسفہ نے کہا ہے کہ جسم جسم کو تخلق نہیں دے سکتا یہ قول اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ نہ ہی اپنے نفوس کے خالق ہیں اور نہ آسمانوں زمینوں کے اور جب یہ حقیقت ہے تو ان تمام کا حادث ہونا ثابت ہوگیا اور یہ لوگ بھی اس میں داخل ہیں لہذا ان کا حادث ہونا بھی ثابت ہوگیا اور ہر حادث کے لئے محدث کا ہونا ضروری ہوتا ہے لہذا ان کے لئے محدث اور خالق کا عقیدہ رکھنا ضروری ہے تو اللہ نے فرمایا۔ **بَلۡ لَّا يُوۡقِنُوۡنَ** (ترجمہ:۔بلکہ وہ یقین نہیں کرتے) یعنی انہیں یہ یقین حاصل نہیں ہے کہ اللہ ان کا اور ارض و سموات کا خالق ہے اور یہ اس وجہ سے ہے کہ جب انہوں نے اللہ کی ذات وصفات میں شرک کیا تو وہ شک کی تاریکیوں میں اور وہم کی تاریک ترین گھاٹیوں میں گر گئے اور گمراہ ہوگئے۔پھر اللہ نے استدلال قائم کرتے ہوئے فرمایا۔

(۳۷) **اَمۡ عِنۡدَهُمۡ خَزَآئِنُ رَبِّكَ** (ترجمہ:۔کیا ان کے پاس خزانے ہیں ترے رب کے؟) اور خزائن سے مراد بندوں کے رزق ان کے لئے یہ کہنا جائز نہیں ہے کیونکہ رزق کے اسباب ان کی قدرت اور مشیت میں نہیں ہیں اس لئے کہ سورج کا ایک بُرج سے دوسرے بُرج کی طرف منتقل ہونا موسموں کی تبدیلی کا سبب ہوتا ہے اور سورج اور اس کی تبدیلی اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں سے ہیں اور بادل اور بارش کھیتوں، گھاس اور درختوں اور پھلوں وغیرہ کا سبب بنتے ہیں اور وہ دونوں بھی اللہ کی مخلوق ہیں اور سخی زمین جو کہ کھیتوں وغیرہ کو اُگاتی ہے اور وہ پانی جو اُن کی تربیت کرتا ہے اور ربیع کے موسم کے علاوہ بھی دوسرے موسموں میں انہیں نشوونما دیتے ہیں اور ان کے وجود کا سبب بنتے ہیں وہ بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے ہیں۔اور یہ محتاج بیان نہیں اس کے باوجود بھی یہ لوگ اس کی قدرت پر ایمان نہیں رکھتے یہ کفر و گمرہی کے سوا کچھ بھی نہیں۔**اَمۡ هُمُ الۡمُصَيۡطِرُوۡنَ** (ترجمہ:۔کیا وہ ہی ان پر مسلط ہیں) فراء نے کہا ہے کہ اس کی کتابت ص کے ساتھ ہے لیکن پڑھا سین کے ساتھ جائے گا۔زجاج کہتا ہے کہ **مصیطرون** کے معنی ہیں تسلط والے۔ **تسیطر**

علینا کہا جاتا ہے۔" تصیطر " سین اور صاد دونوں کے ساتھ ہے اور اصل میں یہ سین ہی ہے اور ہر ایسا سین جس کے بعد "ط" ہو اُسے صاد سے بدلنا جائز ہے۔سطر اور صطر دونوں مستعمل ہیں۔ابوبکر سجستانی نے کہا ہے قد تسیطرت علی کے معنی ہیں تو نے مجھے اپنا نوکر بنالیا ہے۔اور یہی ابوعبیدہ کا قول ہے۔معنی یہ ہیں کہ کیا یہ ہر چیز پر غالب ہیں؟ اگر اللہ کی ربوبیت اور ہر چیز پر اس کے مسلط اور غالب ہونے کے اقراری ہوتے تو رسولان عظام کے بھیجے جانے اور ان پر صحیفوں اور کتابوں کے نازل ہونے کا انکار کیوں کرتے؟

(۳۸) **اَمۡ لَهُمۡ سُلَّمٌ** (ترجمہ:۔کیا ان کے پاس سیڑھی ہے) جس کے ذریعہ وہ آسمانی مقامات کی طرف چڑھتے ہیں۔ **یَّسۡتَمِعُوۡنَ فِیۡهِ** (ترجمہ: باتیں سنتے ہیں) یعنی ان فرشتوں کی جو انبیاء علیہ السلام کی طرف وحی القا کرتے ہیں۔زجاج نے کہا ہے کہ اس کے معنی ہیں یہ کہ کیا وہ جبرئیل علیہ السلام کی طرح ہیں جو نبی پاک کی طرف وحی لاتا ہے اور یہ بھی قول ہے کہ **یستمعون فیه** کے معنی ہیں (صاعدین فیہ) اس میں چڑھنے والے۔اخفش نے کہا کہ **فی** ' **علی** کے معنی میں ہے جیسے قولہ تعالیٰ **ولا وصلبنکم فی جذوع النخل** (طٰہٰ ۷۱) میں **فی** بمعنی **علی** کے ہیں یعنی **علی جذوع النخل** اور جس طرح عنترابن الشداد العبسی کا قول ہے۔

بطل کان ثیابه فی سرحة یحذی نعال السبت لیس بتواء

ابوعبیدہ نے کہا ہے کہ وہ سنتے ہیں۔ **فَلۡیَاۡتِ مُسۡتَمِعُهُمۡ بِسُلۡطٰنٍ مُّبِیۡنٍ** (ترجمہ:۔تو ان کا سننے والا واضح دلیل لیکر آئے) یعنی جو آدمی اس قسم کا دعویٰ کرتا ہے اُس کو چاہیئے کہ ظاہری دلیل لے آئے۔

(۳۹) **اَمۡ لَهُ الۡبَنٰتُ** (ترجمہ:۔کیا اس کی بیٹیاں ہیں) کیا تم یہ کہتے ہو کہ اللہ کی بیٹیاں ہیں اور ان سے مراد فرشتے تھے۔ **وَلَكُمُ الۡبَنُوۡنَ** (ترجمہ:۔اور تمہارے بیٹے ہیں) اللہ نے یہ بات ان کی بیوقوفی ظاہر کرنے کے لئے بیان کی ہے۔

(۴۰) **اَمۡ تَسۡئَلُهُمۡ اَجۡرًا** (ترجمہ:۔کیا آپ ان سے کوئی اجر مانگتے ہیں) یعنی شریعت کی تعلیم اور رسالت کی تبلیغ پر۔ **فَهُمۡ مِّنۡ مَّغۡرَمٍ مُّثۡقَلُوۡنَ** (ترجمہ:۔تو وہ اس بوجھ تلے دبے جارہے ہیں) یعنی آپ کے مطالبہ (تاوان) کی ادائیگی سے قاصر ہیں اس لئے وہ اسلام کے قبول کرنے سے عاجز ہیں۔

(۴۱) **اَمۡ عِنۡدَهُمُ الۡغَیۡبُ** (ترجمہ:۔کیا ان کے پاس غیب کا علم ہے؟) یعنی کیا ان کے پاس غیب کا علم ہے کہ محمد ﷺ ان کی ہلاکت سے پہلے ہی فوت ہو جائیں گے اور الغیب کے اندر "ال" عہد کا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ غیب سے مراد ان کی یہ ہے کہ اس کفر و شرک وعناد کے باوجود انہیں عذاب نہیں دیا جائے گا۔یہ بھی قول ہے کہ غیب کہتے ہیں نبی پاک کی تعلیم کے علاوہ معاش و معاد کی اصلاح کے قواعد۔ **فَهُمۡ یَكۡتُبُوۡنَ** (ترجمہ:۔کہ وہ لکھ رہے ہیں) یعنی اس غیب کو۔

(۴۲) **اَمۡ یُرِیۡدُوۡنَ كَیۡدًا** (ترجمہ:۔کیا فریب دینا چاہتے ہیں) یعنی رسول ﷺ کے ساتھ مکر کرنا چاہتے ہیں اور اس سے مراد ان کی وہ مشاورت ہے جو انہوں نے دارالندوہ میں کی تھی۔وہ اپنی تدبیر کے بدولت نبی پاکؐ پر قادر نہیں ہو سکتے تھے کیونکہ اس کا نگہبان اللہ تعالیٰ تھا۔ **فَالَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا هُمُ الۡمَكِیۡدُوۡنَ** (ترجمہ:۔تو کافر ہی اپنے فریب میں پھنسنے والے ہیں) یعنی انہیں ان

کے فریب کی جزا دی جائے گی۔

(۴۳) **اَمۡ لَهُمۡ اِلٰهٌ غَيۡرُ اللّٰهِ** . (ترجمہ:۔کیا ان کا اللہ کے علاوہ بھی کوئی معبود ہے) یعنی اللہ کے علاوہ بھی ان کا کوئی معبود ہے جو انہیں پالے پوسے روزی دے، جلائے اور مارے۔ **سُبۡحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشۡرِكُوۡنَ** (ترجمہ:۔اللہ ان کے شریک سے پاک ہے) یعنی جس کو وہ اس کی عبادت میں شریک کرتے ہیں۔

(۴۴) **وَاِنۡ يَّرَوۡا كِسۡفًا** (ترجمہ:۔اگر ایک ٹکڑا دیکھ لیں) الکسف کسفته کی جمع ہے۔جس کے معنی ہیں کسی چیز کا ٹکڑا ہے اسی طرح الکسف بھی ہے اور بعض حضرات نے اسے سطح آسمان اور کپڑے کے ساتھ مخصوص کیا ہے۔ابن اثیر نے کہا ہے کہ یہ کسفته کسفة اور کسف کی جمع ہے اور کسف السحاب کے معنی ہیں بادل کا ٹکڑا۔فراء نے کہا کہ الكِسْفُ الكِسَفُ دونوں طرح سے پڑھا جاتا ہے۔زجاج نے کہا ہے کہ کِسْفاً کَسَفاً پڑھا جاتا ہے اور کِسْفًا سے مراد واحد اور کِسَفًا جمع کے لئے ہے۔**مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا يَّقُوۡلُوۡا سَحَابٌ مَّرۡكُوۡمٌ** (ترجمہ:۔آسمان سے تو کہیں گے کہ یہ تو گہرا بادل ہے) الرکم کے معنی ہیں تیرا کسی چیز کو ایک دوسرے پر جمع کرنا یہاں تک کہ تو اُسے تہہ بہ تہہ ڈھیر بنا دے جس طرح ریت کا اور بادل اور دوسری اس قسم کی چیزوں کا انبار۔ابن الاعرابی نے کہا الرکم کے معنی ہیں تہہ در تہہ بادل اور شیخ ابن کثیر کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مشرکین کے عناد اور محسوس چیزوں کے انکار بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ اگر یہ آسمان سے اپنے اوپر گرتا ہوا ٹکڑا بھی دیکھ لیں کہ جس کے ساتھ انہیں عذاب دیا جائے تو بھی اس کی تصدیق نہیں کریں گے اور نہ ہی یقین کریں گے بلکہ یہی کہتے رہیں گے کہ یہ تو گہرا دبیز بادل ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ **ولو فتحنا عليهم با باً من السماء فظلموا فيه يعرجون لقالوا انما سكرت ابصارنا بل نحن قوم مسحورون (الحجر ۱۴)** ابن زید اس آیت کے بارے میں کہتے ہیں کہ مشرکین نے آسمانی ٹکڑے گرانے کا سوال کیا تھا اور کہا تھا اگر آپ سچے ہیں تو ہم پر آسمان سے بادل وغیرہ گرا دیں تو اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی اگر ہم ایسا کریں گے بھی تو یہ لوگ یہی کہیں گے یہ تو گہرا بادل ہے اور یہ محض نبی پاک ﷺ کے ساتھ ان کے غیظ وعناد کی شدت کی وجہ سے ہوگا۔

(۴۵) **فَذَرۡهُمۡ** (ترجمہ:۔آپ انہیں رہنے دیں) یعنی انہیں چھوڑ دیں اور ان سے لاتعلق ہو جائیں **حَتّٰى يُلٰقُوۡا يَوۡمَهُمُ الَّذِىۡ فِيۡهِ يُصۡعَقُوۡنَ** . (ترجمہ: یہاں تک وہ اپنے اس دن کو پالیں جس میں وہ بے ہوش کر دیئے جائینگے) ثعلب کہتا ہے الصاعق کے معنی موت ہیں اور معنی یہ ہوں گے کہ آپ انہیں قیامت تک کے لئے چھوڑ دیں یہاں تک کہ صور پھونکا جائے گا پھر وہ مار دئے جائیں گے۔اور یُلاقوا کو یَلقوا بھی پڑھا گیا ہے۔یصعقون صیغۂ مجہول ہے۔جبکہ قراء سبعہ نے اسے فعل معروف کے طور پر پڑھا ہے۔اور صحیح یہ ہے کہ یہ صعق یصعق کے باب سے ہے بعض نے اَصعق یُصعق کے باب سے پڑھا ہے اور میں کہتا ہوں کہ اصعاق قتل کو کہتے ہیں۔صاحب اللسان نے کہا ہے کہ الصعقة کے معنی ہیں قتل کرنا اور اس معنی کی بنیاد پر یوم بدر ہی مراد لیا جاتا ہے۔

(۴۶) **يَوۡمَ لَا يُغۡنِىۡ عَنۡهُمۡ كَيۡدُهُمۡ شَيۡئًا** (ترجمہ:۔اس دن ان کا فریب کسی کام نہیں آئے گا) یعنی اس دن ان

کا مکر کوئی فائدہ نہیں پہونچائے گا۔ **وَّلَاهُمْ يُنْصَرُوْنَ** (ترجمہ:۔اور نہ ہی ان کی مدد کی جائے گی) یعنی جو عذاب اللہ نے ان کے لئے مقدر کردیا ہے اس سے بچ نہیں سکیں گے۔

(۴۷) **وَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا** (ترجمہ:۔اور یقیناً ظالموں کے لئے) یعنی جن لوگوں نے رسول ﷺ کو ایذا پہونچا کر اور کفر وشرک کے ذریعہ اپنی جانوں پر ظلم کیا۔ **عَذَابًا** (ترجمہ:۔عذاب ہے) یعنی دنیا میں۔ **دُوْنَ ذٰلِكَ** (ترجمہ:۔اس کے علاوہ) یعنی آخرۃ کے عذاب سے پہلے۔ اللہ کا یہ ارشاد اُس ارشاد کے مطابق ہے جس میں فرمایا گیا **ولنذیقنم من العذاب الادنیٰ دون العذاب الاکبر لعلھم یرجعون** (السجدۃ ۲۱) تاکہ رجوع کردیں لیکن یہ مجرم اپنے عذاب دئے جانے کو نہیں جانتے جس میں اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا ہی کے اندر مصائب وامراض کے ذریعہ مبتلا کردیا جیسے کہ بعض احادیث میں بھی ہے۔ **ان المنافق اذا مرض و عوفی مثلہ کمثل العبیر لا یدری فیما عقلوہ ولا فیما ارسلوہ** (منافق جب مریض ہوتا اور تندرست ہوجاتا ہے اس کی مثال اس اونٹ کی طرح ہے جو یہ نہیں جانتا کہ اُسے کیوں باندھا گیا اور کیوں چھوڑا گیا تھا) تو یہ لوگ اُس اونٹ سے بھی زیادہ گئے گزرے ہیں کیونکہ اونٹ کو معاش ومعاد کی عقل نہیں ہے اور ان گمراہوں نے تو اپنی عقلوں کو ناکارہ کردیا اور اپنی آراء کو اپنی آخرت کی اصلاح سے معطل کردیا تو وہ اونٹ سے بھی گئے گزرے ہوگئے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ دنیا کے عذاب سے مراد قحط ہے۔ **وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ** (ترجمہ:۔ان کی اکثریت نہیں جانتی) جو اللہ تعالیٰ نے آخرت اور دنیا میں ان کے عذاب کے لئے تیار کر رکھا ہے۔

(۴۸) **وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ** (ترجمہ:۔اپنے رب کے حکم کا انتظار کرو) یعنی قیامت کے دن تک یا اُن کے قبر میں جانے کے دن تک انہیں مہلت دیجئے پھر ان پر آن پڑے گا جو ہم نے ان کے ساتھ وعدہ کر رکھا ہے۔ **فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا** (ترجمہ:۔پس آپ ہماری نگاہ میں ہیں) یعنی آپ ہماری نگرانی میں ہیں ہم آپ کو دیکھ رہے ہیں آپ کے دشمنوں سے آپ کی حفاظت کر رہے ہیں **وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ** (ترجمہ:۔اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے رہیں) یعنی جو چیزیں اس کی شان کے لائق نہیں ہیں اور اس بات سے کہ وہ تیری حفاظت سے عاجز ہے یا دنیا اور آخرۃ میں کافروں سے عذاب دینے سے عاجز ہے، اپنے رب کو اس سے پاک گردانیئے۔ **حِيْنَ تَقُوْمُ** (ترجمہ:۔جس وقت آپ کھڑے ہوں) یعنی اپنی مجلس سے یا جس وقت آپ نماز کے لئے کھڑے ہوں۔ یہ ربیع بن انس کا قول ہے یا جس وقت آپ اپنے بستر سے کھڑے ہوں

(۴۹) **وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ** (ترجمہ:۔اور کچھ رات کے وقت بھی اس کی تسبیح کیجئے) یعنی سبحان اللہ کہا کریں یا اس کا ذکر کیا کریں۔ **وَاِدْبَارَ النُّجُوْمِ** (ترجمہ:اور ستاروں کو چھپنے کے وقت) یعنی نماز فجر سے پہلے اور رات کے آخری پہر ستاروں کے چھپنے سے پہلے۔